لطیفہ ۲۵

ایمان اور صانع کے اثبات اور صانع کی وحدت پر دلائل اور ازل و ابد نیز اصولِ شریعت وطریقت کا بیان

قال الاشرف :

الایمان شمس یطلع من المشرق قلب الانسان ینتقی من نوره ذرائر الشرک و الطغیان یعنی حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ایمان ایسا آفتاب ہے جو قلبِ انسانی کے مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اس کے نور سے شرک و طغیان کے ذرّے فنا ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ شریعت کے اصول اور فروع ہیں۔شریعت کا اصول ایمان کے عقیدے کو یاد رکھنا ہے جو صانع کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی ازلیت و ابدیت کا اقرار ہے۔

اس کی فروع شرعی احکام وفرائض کی بجا آوری، آخرت میں پیش آنے والے امور کا یقین اور ان معنوی آثار کا علم ہے جنھیں آیات و احادیث میں بیان کیا گیا ہے (ان کے علاوہ) اہل سنت و جماعت کے وہ مسائل وعقائد ہیں جو تمام اہم معاملات میں ضروری ہیں۔

صاحبِ عقل موجودات کی جس شے پر غور کرتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کوئی شے اپنی ذات سے وجود میں نہیں آئی کیوں کہ کوئی کام بغیر فاعل کے انجام نہیں پاتا جیسے کتاب بغیر لکھنے والے کے نہیں لکھی جاسکتی اسی طرح محسوس ہونے والے تمام کام (بلکہ) ذرّاتِ عالم کا ہر ذرّہ ان چار باتوں کی شہادت دیتا ہے۔

(۱) اول یہ کہ وہ زبانِ حال سے کہتا ہے کہ میں معدوم تھا۔از خود پیدا نہیں ہوا کیوں کہ معدوم سے کوئی فعل وجود میں نہیں آتا، پس ضرور میرا ایک پیدا کرنے والا ہے جس کی ذات سے میں موجود ہوا ہوں۔اس کی یہ شہادت صانع کے وجود اور ہست ہونے پر ہے۔ بیت:

ہر چہ از ماہے عیانست تا بہ ماہ
ہست بر اثباتِ صانع خود گواہ

ترجمہ: جو کچھ ایک چاند سے (دوسرے) چاند تک ظاہر ہوتا ہے (یہ ہے کہ) وہ اپنے صانع کے اثبات پر گواہ ہے۔

(۲) دوم یہ کہ اللہ تعالی ایک ہے اگر ایک نہ ہوتا اور دو اللہ ہوتے تو بڑا فساد واقع ہوتا۔ایک چاہتا کہ مجھے پیدا کرے اور دوسرا چاہتا مجھے پیدا نہ کرے تو اختلاف کا ہونا یقینی تھا پس میں ہرگز موجود نہ ہوتا چوں کہ میں موجود ہوں اس لیے میں نے جان لیا کہ میرا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ بیت:

جہاں بے یک مَلِک زینت نہ یابد[۱]
کہ در ملکے دو مالک بر نتابد

ترجمہ: دنیا ایک بادشاہ کے بغیر زینت نہیں پاتی۔ایک ملک کے دو باشاہوں کو موڑا نہیں جا سکتا۔

(۳) سوم یہ کہ اللہ تعالی جاننے والا ہے۔اگر اسے کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کا پیدا کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ پہلے علم ہونا چاہئے پھر ایجاد ممکن ہے۔ بیت:

چو دانائی نباشد در جہاں دار
نیارد ساختن او در جہاں دار

ترجمہ: جس بادشاہ میں عقل و دانائی نہیں ہوتی وہ دنیا میں فلاح و بہبود کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

(۴) چہارم یہ کہ اسے صاحبِ قدرت ہونا چاہئے کیوں کہ جو ہستی ایجاد کرنے پر قادر نہیں ہے وہ ہر اعتبار سے عاجز ہے اور عجز اللہ تعالی کی شان کے شایاں نہیں ہے،پس ذرّات میں سے ہر ذرّہ اور کائنات کا ہر جز و زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مجھے پیدا کرنے والا کوئی ہے اور وہ پیدا کرنے والا ایک ہے،قادر ہے،علیم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ابیات:

چو صانع در جہاں قادر نباشد
صناعت ہیچ ازو صادر نباشد

ترجمہ: اگر صانع دنیا پر قادر نہیں ہے تو اس سے کوئی شے ایجاد نہیں ہو سکتی۔

وجودش ازلی و ابدی بباید[۲]
کہ بے اینہا ازو صنعت نیاید

ترجمہ: اس کے (صانع کے) وجود کو ازلی اور ابدی ہونا چاہئے،اس شرط کے بغیر اس سے تخلیق انجام نہیں پا سکتی۔

---

۱ مطبوعہ نسخے میں سہو کتاب کے باعث ''نیابد'' نقل ہوا ہے۔اسے دونوں مصرعوں کے قافیے کے مطابق ''نیابد'' ہونا چاہیے۔

۲ صحیح تلفظ ازلی اور ابدی ہے۔یہاں شاعر نے ضرورت شعری کے تحت ازل اور ابد کی ز اور ب کو ساکن لکھا ہے۔

اس سلسلے میں ثنویہ[۱] فرقے کے بارے میں بات نکلی کہ یہ لوگ دو خالقوں کے قائل ہیں **رزقهم الله وحدته** (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی وحدت نصیب فرمائے) ان کی بے بنیاد باتوں کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ تعالی سے خالقِ شر ہونے کی نسبت کس طرح کر سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالی حکیم ہے۔حکیم کے ساتھ شر کا اضافہ جائز نہیں ہے کیوں کہ شر کو پیدا کرنا بے عقلی ہے۔اس لئے مجبوراً ایک خالق خیر ماننا پڑے گا۔ یہ اتنا نہیں جانتے کہ الوہیت میں شرکت الوہیت کے منافی ہے۔

(حقیقت یہ ہے کہ) شر کو پیدا کرنے میں اللہ تعالی کی پوری پوری حکمت ہے،ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب نفع بخش شے کو پیدا فرمایا تو نقصان دہ چیز کو بھی پیدا کیا تا کہ وعدہ ثواب اور وعدہ عذاب کے معنی کی تحقیق ہو سکے کیوں کہ جو شخص نعمت کی لذت اور عذاب کے دکھ (کی حقیقت) سے نا آشنا ہے وہ اللہ تعالی کے اوامر ونواہی پر گردن نہیں جھکاتا اور اسی کی مثل (باتوں کو بھی نہیں مانتا) شر کو پیدا کرنے میں اس قدر حکمتیں ہیں جنھیں صرف اللہ تعالی ہی جانتا ہے، **ما صنع الله فهو خير** (جو کچھ اللہ تعالی نے پیدا فرمایا وہی خیر ہے)۔ بیت:

کسے کو سرِّ تخلیقِ خرد یافت
بخلقِ نیک و بد او نیک وبد یافت

ترجمہ: جس شخص کو عقل کی تخلیق کا راز معلوم ہو گیا،اس نے نیک و بد کی تخلیق کو جان لیا کہ نیک کیا ہے اور بد کیا ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے معدن المعانی[۲] سے ایک حکایت بیان فرمائی ۔ اہل سنت و جماعت کے ایک پارسا شخص ثنویوں کے ملک میں گوشہ نشین تھے ۔ ایک روز ثنویوں کا ایک عالم اُن زاہد صاحب کے پاس آیا، اور اس نے (اپنے عقیدے کے) مقدمات کی تمہید اور دلائل کی ترتیب اس انداز سے بیان کی کہ زاہد (اللہ تعالی) کی وحدت کے دلائل اور توحید کے ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہے اور (جواب نہ دینے کے) قصور وار ٹھہرے ۔ اس علاقے میں ایک اہل سنت و جماعت کی عارفہ عورت بھی رہتی تھی، اسے اس واقعے کا علم ہوا تو بے حد رنج ہوا ۔ (لوگوں نے) عارفہ سے کہا کہ یہ اچھی بات نہیں ہوئی وہ زاہد کو راستے سے بھٹکا دیں گے ۔

عورت نے تھوڑا سا موم جمع کیا اور اس سے ایک بچھو بنایا اور اسے کاغذ میں لپیٹ کر آستین میں ڈالا ۔ دکھاوے کو زنّار کمر میں باندھی اور اس ثنویہ عالم کے مکان کی طرف چل کھڑی ہوئی ۔ جب ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو عارفہ نے کہا

---

۱ یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے ۔ یہ آتش پرست بھی کہلاتے ہیں قدیم ایران میں یہ مذہب رائج تھا ان کے ہاں دو خداؤں کی تقسیم اس طرح تھی ۔ یزداں نیکی کا خدا، اہرمن بدی کا خدا۔نعوذ باللہ پاک و ہند میں اس فرقے کے لوگ پارسی کہلاتے ہیں ۔

۲ ''تذکرہ علمائے ہند'' مصنفہ مولوی رحمان علی کے مترجم پروفیسر ڈاکٹر ایوب قادری نے ترجمے کے حاشیے میں (ص ۲۳۱) اور مولانا ابو الحسن علی ندوی نے ''تاریخ دعوت وعزیمت'' (جلد سوم ص ۲۳۹) میں ''معدن المعانی'' کو حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی تصنیف ظاہر کی ہے۔ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے ''نقد ملفوظات'' میں ''معدن المعانی'' کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات قرار دیے ہیں جنھیں ان کے مرید زین بدر عربی نے مرتب کیا تھا۔ملاحظہ فرمائیں ''نقد ملفوظات'' از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۹ء ص ۲۱۴۔

کہ مجھے صانع کی وحدت کے مسئلے میں مشکل آ پڑی ہے۔ اگر آپ جلد حل کر دیں تو بہتر ہے ورنہ میں اپنی بھلائی اسی میں دیکھتی ہوں کہ زنار توڑ کر اہل سنت و جماعت کے مذہب میں داخل ہو جاؤں۔ عالم نے کہا تمھیں جو اشکال ہے بیان کرو تا کہ میں جواب دوں۔ عارفہ نے بچھو آستین سے نکالا اور اس کے سامنے رکھا اور سوال کیا کہ یہ بچھو کس نے پیدا کیا۔ عالم نے جواب دیا اہرمن نے (بدی کے فاعل نے) عارفہ نے دوسرا سوال کیا کہ اس کے ڈنک میں زہر کس نے پیدا کیا جواب دیا اہرمن نے عارفہ نے کہا کہ جب اہرمن نے بچھو پیدا کیا اور ڈنک میں زہر رکھا تو یزداں (نیکی کے خدا) کو اس کا علم تھا یا نہیں۔ آپ جلد جواب دیں ورنہ میں زنار توڑتی ہوں ثنویہ عالم جواب سے عاجز رہا۔ اگر یہ کہے کہ یزداں کو علم تھا تو اس نے (شر کو) خیر سے کیوں نہ بدلا اور اگر یہ کہے کہ یزداں کو علم نہ تھا تو خدا پر جہل لازم آتا ہے اور جاہل ہونا الوہیت کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ثنویہ عالم بہت بے تاب ہوا اور جواب نہ دینے کا قصور وار ٹھہرا۔ عارفہ سے عرض کیا کہ آپ تھوڑا توقف کریں کہ پہلے میں اپنی زنار توڑوں اور اسی وقت زنّار توڑ دی اور مسلمان ہو گیا۔ قطعہ:

آرے زپیش رخ چو ہدیٰ پردہ افگند
کافر بہ طوع رشتہ زنار بشکند
منصور وار دم کہ ز وحدت زند بروں
الحق گرفتہ سر بہ سر دار بشکند

ترجمہ: بے شک جب سچائی چہرے سے پردہ اٹھاتی ہے تو کافر بھی اطاعت قبول کر کے زنار توڑ دیتا ہے۔ جو شخص منصور کی طرح وحدت (کے دائرے سے) تجاوز کر کے بات کرتا ہے تو بے شبہ گرفتار کر کے اس کا سر سولی پر توڑا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں فرمایا، سبحان اللہ کیا عورت تھی کہ لاکھ مرد اس پر قربان ہو جائیں۔ رباعی[۱]

بے معرفت کہ دم زند از مردے آں زنست [۲]
نے آں زنے کہ جبّہ و دستار بشکند
در زیرِ تار ابر و ومقنعہ کند نہاں
خاص آں دمے کہ جعد بتا تار بشکند

ترجمہ: وہ مرد جو معرفت کے بغیر بات کرتا ہے عورت ہے۔ وہ عورت نہیں جو جبّہ و دستار پھاڑ دیتی ہے۔ بھنویں اور دوپٹہ رسی سے چھپا لیتی ہے۔ خاص طور پر اس وقت کہ بالوں کو تا تار سے توڑتی ہے۔

---

[۱] یہ اشعار رباعی کی معروف بحر اور وزن میں نہیں ہیں، ان اشعار کو قطعہ کہا جا سکتا ہے۔

[۲] چاروں مصرعوں میں معنی کا ربط پیدا نہیں ہوتا، قیاس ہے کہ اشعار صحیح طور پر نقل نہیں ہوئے بہر حال لفظی ترجمے پر اکتفا کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ لوگوں کو اللہ تعالی کی وحدانیت کے بارے میں جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور مشاہدے کے منتظر رہتے ہیں۔ اگر درمیان میں پیدا ہو تو کوئی نقصان نہیں ہے کہ وسوسے کا ابھرنا عین الیقین پر موقوف ہے کیونکہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح کا وسوسہ پیدا ہوا تھا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے واقعے کو دفع کر دیا اور فرمایا کہ تمھارا ایمان کامل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، کہ (اگر) وسوسہ ابھرے تو دلائل سے رفع کرنا بہتر ہے۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو (مختلف) علوم سے آراستہ ہو۔ اگر وسوسہ بغیر دلیل کے رفع ہو جائے تو دلیل کے پیچھے نہ پڑے۔ اس سے بہتر کیا دلیل ہو گی کہ عالم کی بنیاد ایک قاعدے پر جاری ہے۔ کمال جوگی پہلے دو خداؤں کے قائل گروہ میں شامل تھا۔ اس کے بعد جوگیوں کی صحبت میں رہنے لگا۔ روم میں کوئی معصوم داخل نہ ہوا کی مثل حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ملازمت سے مشرف ہوا، جوگیوں کے پیروکاروں سے نکل آیا اور سنّی مسلمان ہو گیا۔ حضرتؒ کا مرید ہوا اور آپ کے بڑے خلفا میں شامل ہوا۔

(ایک مرتبہ) اتفاقاً حضرت قدوۃ الکبراؒ کا گزر فلسطین اور قسطنطنیہ کے نواح میں ہوا۔ وہاں ایک فرنگی لڑکا جس کا نام پورک تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (یوں تو) فرنگیوں کا کفر عالم میں مشہور ہے (لیکن) جب آفتاب ایمان **یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ** [1] (جس کو چاہے ہدایت پر لے آئے) کے مشرق سے بلند ہوا، اس کے ذرّاتِ کفر فنا ہو گئے اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوا۔ آپ نے حاضرینِ مجلس کو حکم دیا کہ اس کو کلمہ پڑھائیں۔ تھوڑا سا کھانا لایا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ایک لقمہ اپنے دست مبارک سے اس کے منہ میں رکھا پھر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **مَن اَکلَ مع المغفور فهو مغفور** (جس نے مغفور شخص کے ساتھ کھانا کھایا وہ بھی مغفور ہے) سبحان اللہ کتنے ہی برسوں کا بے گانہ اپنا بن گیا۔ رباعی: [2]

چوتابد آفتابِ نورِ ایماں
نہد سر در عدم چوں ذرّہ کفراں
در خشد باز چوں خورشیدِ وجداں
شوددر پیشِ ایں ایمانش کفراں

ترجمہ: جب ایمان کے نور کا آفتاب چمکتا ہے تو کفر ذرّے کی مانند فنا ہو جاتا ہے پھر جب وجدان کا آفتاب روشن ہوتا ہے تو اس کے سامنے اس کا ایمان کفر ہو جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ تقلید کے بھنور سے نکلنا عظیم کام ہے کیوں کہ بعضوں کے نزدیک مقلد کا ایمان درست

---

[1] پارہ ۳۔ سورہ البقرہ، آیت ۲۷۲۔

[2] یہ اشعار بھی رباعی کی بحر اور وزن میں نہیں ہیں

نہیں ہوتا اگر چہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک (مقلد کا ایمان) جائز ہے اگر چہ دلیل طلب کرنے والے اور تقلید کرنے والے میں فرق ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقش از زمیں تا آسمان ست

ترجمہ: اِس کے اور اُس کے درمیان کوئی نسبت نہیں کیوں کہ دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تقلید فاسد خود جائز نہیں ہے، وھو ان یقول کلمة الشهادة ولو سئل ای شیء قلت فان قال قلت کما قالوا ولا ادری ما قلت فهٰذا التقلید فاسد ولا یکون موء منا من غیر العلم ولو قیل له لما ذاقلت لانّی و جدت ' هؤلأ یقولون هذه الکلمة فتا ملت و تفحصت و ایقنت انهم لا یجتمعون علی الباطل فاقتدیت بهم فقلت ذٰالک فهذا التقلید یکون صحیحا و یکون مومنا هکذار و ی عن ابی بکر الصدیق انّه لما امن فقیل له بای دلیل اٰمنت فقال عرفت بان محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم صادقا فاقتدیت به بناء علیٰ دلاله صدقه قبل الوحی فاقتدی جماعة من الصحابه بابی بکر الصدیق، کذافی التمهید ابو الشکور، یعنی وہ یہ ہے کہ (کوئی آدمی) کلمہ شہادت پڑھے اور جب اس سے دریافت کیا جائے کہ تو نے کیا پڑھا سو وہ اگر جواب دے کہ جس طرح دوسرے لوگ پڑھتے ہیں اسی طرح میں نے پڑھا میں نہیں جانتا کہ کیا پڑھا پس یہی فاسد تقلید ہے۔علم کے بغیر کوئی صاحبِ ایمان نہیں ہوتا۔اگر اس سے (صاحبِ ایمان سے) دریافت کیا جائے کہ تو نے (کلمہ) کیا سمجھ کر پڑھا اور وہ جواب دے کہ میں نے لوگوں کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا چنانچہ میں نے اس پر غور کیا اور تحقیق کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ کسی باطل بات پر سب متفق نہیں ہوسکتے۔پس میں نے ان کی پیروی کی اور کلمہ شہادت پڑھا چنانچہ یہ صحیح تقلید ہوتی ہے(اور اس کا مقلد) مومن ہوتا ہے۔حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ ایمان لائے اور لوگوں نے انسے دریافت کیا کہ آپ کس دلیل سے ایمان لائے تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اچھی طرح جان لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں چنانچہ میں نے دلیلِ صدق کی بنا پر آپ ﷺ کی پیروی کی کہ آپ ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل بھی صادق تھے۔ یہ بات سن کر صحابہؓ کی ایک جماعت نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی پیروی کی۔ابو شکور کی تصنیف ''تمہید'' میں یہی تحریر ہوا ہے۔جس طرح دلیل طلب کرنے والے کا ایمان درست ہوتا ہے، مقلد کا ایمان بھی صحیح ہوتا ہے، لیکن درجے کا فرق تو یقیناً رہتا ہے۔علم کی زیادتی کے اعتبار سے طالبِ دلیل کو فضیلت حاصل ہے اور وہ یہی ہے کہ وہ دلیل سے واقف ہوتا ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا تھا کہ کسی شخص کا ایمان تقلیدی نہیں ہوتا کیوں کہ جو (ضروری بات) ہے اس کا اسے علم ہے کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالی ہے۔بس اتنی دلیل (ایمان کے لیے) کافی ہے۔اس کے بعد بیان کیا کہ اہل مکاشفہ کے نزدیک مشاہدے سے محروم ہونے کی بنا پر اہلِ دلیل اور اہلِ تقلید دونوں برابر ہیں۔عقیدے سے

متعلق جس طرح مقلد کا جھکاؤ شک کی طرف ہوسکتا ہے اسی طرح مستدل کا جھکاؤ بھی شک کی طرف ممکن ہے۔اس جگہ فریقِ مخالف ان کی دلیل پر یہ دلیل پیش کرے کہ اہل مکاشفہ کے برعکس عقیدے کے مسائل دلیل و برہان سے اخذ کیے جاتے ہیں تو یہاں فریق مخالف کی یہ دلیل مطابقت نہیں رکھتی کیوں کہ اہل مکاشفہ کا معاملہ دلیل و برہان سے آگے بڑھ چکا ہے وہ مشاہدہ کرکے اور آنکھ سے دیکھ کر ایمان کی منزل میں پہنچے ہیں۔ رباعی: [1]

کسے کو ناظرِ خورشید باشد
ندیمِ مجلسِ جمشید باشد
عجب کز دیدنِ یک ذرّۂ نور
ز مہر و ماہ ہم نو مید باشد

ترجمہ: وہ شخص جو آفتاب کو دیکھ سکتا ہے جمشید کی محفل کا مصاحب ہو جاتا ہے۔تعجب ہے کہ نور کا ایک ذرّہ دیکھنے سے کوئی شخص چاند اور سورج سے بھی مایوس ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شرعی ایمان جو شرع کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے معلوم ہے وہ عوام کا ایمان ہے جس کا حکم **علیکم بدین العجائز** [2] میں ہے، لیکن خواص کا ایمان جو حقیقی مومن ہیں دوسرا ہے۔حقیقی مومن کی علامات اور خلاصہ پانچ چیزیں ہیں۔جس شخص میں یہ پانچ خوبیاں ہوں وہی حقیقی مومن کہلائے گا۔

اول ،**اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ** [3] (بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب لرز جاتے ہیں) دل کا خوف کیا ہے وہ یہ ہے کہ اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کی رعایت ہمیشہ واجب جانے اور ان پر ہمیشہ پابندی سے عمل کرے۔

دوم، **وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَاناً** [4] (اور جب اللہ تعالی کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں)۔

جب خواص کے سامنے قرآن پڑھیں تو وہ دل کی حضوری اور یک سوئی سے سنیں اور ثواب کے وعدے اور عذاب کی تنبیہ کے معنی کو اچھی طرح سمجھیں تاکہ ایمان میں ترقی ہو۔

سوم، **وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ** [5] (وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) خواص تمام حالتِ کار میں دل کو اپنے رب

---

[1] یہ اشعار رباعی کی بحر اور وزن میں نہیں ہیں (احقر مترجم)

[2] اپنی ذات پر بوڑھی عورتوں کا دین لازم کرلو۔

[3] پارہ ۹۔سورہ الانفال، آیت ۲

[4] پارہ ۹ سورہ الانفال، آیت ۲

[5] پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۲

سے پیوستہ رکھتے ہیں اور خوراک ،لباس نیز اپنی اور اہل وعیال کی تمام ضروریات کے لیے سوائے اللہ تعالی کے غیر کی جانب توجہ نہیں کرتے نہ حیلہ وتدبیر کے چکر میں رہتے ہیں۔

چہارم، اَلَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ [۱] (جو نماز کی پابندی کرتے ہیں) وہ لوگ جو نماز پر قائم ہیں وہی خاص بندے کہے جاتے ہیں۔اس سے مراد عاجزی کے ساتھ اقامت ،دل کی حضوری اور روح کا مشاہدہ ہے کہ **لا صلوٰۃ الاّ بحضور القلب** (دل کی حضوری کے بغیر نماز نہیں ہوتی) رسمی نماز درکار نہیں کہ ظاہر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور دل بازار میں لگا ہوا ہے۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
گشتہا میکند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شرم ناید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور دل باہر مہمانی کے لیے گشت کر رہا ہے،ایسی پریشان خیالی کو نماز کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔

پنجم ، وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ [۲] (اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔) ہم نے خواص کو دنیوی و اخروی نعمتوں سے علم ومعرفت سے صدق ومحبت سے جو کچھ عطا کیا ہے انھیں چاہئے کہ اس میں سے بندوں پر ایثار اور خرچ کریں اور بغیر دیے واپس نہ کریں۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا [۳] (بس سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں)

یہ برحق مومنین ہوتے ہیں اور انھیں کو ایمانِ حقیقی حاصل ہے۔ لَهُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَمَغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ کَرِیۡمٌ [۴] (ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (ان کے لیے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی) یعنی انھیں بغیر کسب اور تکلیف کے رزق حاصل ہوگا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ رزقِ کریم وہ ہے جو خواص کے دلوں کو معرفت کا نور بخشتا ہے اور انھیں کعبے پر فضیلت ہوتی ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **المومن افضل من الکعبۃ** یعنی مومن کعبے سے افضل ہے۔بلند ہمت خواص اور عالی مراد عشاق مذکورہ پانچ باتوں کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان سے آگے ترقی کرتے ہیں کیوں کہ یہ تمام باتیں (ان کے) حق سے کم تر ہیں۔پھر مہربانی اور احسان فرمانے والے اللہ کی مدد سے ان سب کی نفی کر کے خاص الخاص ایمان کی منزل میں جو غیر کی نفی اور ذات کا اثبات ہے، پہنچتے ہیں۔

---

[۱] پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۳
[۲] ......ایضاً......آیت ۳
[۳] ......ایضاً......آیت ۴
[۴] ......ایضاً......آیت ۴

چنانچہ خاص الخاص ایمان کی تعریف وہ ہے جو شیخ شرف الدین پانی پتیؒ [1] نے جو کہ اللہ تعالی کے مجذوب اور محبوب ہیں، اپنے رسالے میں بیان کی ہے۔ **الایمان ھو الاعراض عن غیر اللہ والاقبال الیہ** یعنی ایمان خدا کے غیر سے منہ پھیرنا اور خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اس ایمان کا ثمرہ (اللہ تعالی کی ذات کا) مشاہدہ، قربت، ملاقات اور دید ہے۔ اس درجے پر فائز ہستی کا شیطان کیا بگاڑ سکتا ہے۔ قطعہ:

ایں جا نہ غیر و زحمتِ اغیار نیز نہ
ایں جا نہ جستجوئے خواند کسے کہ خواند
ایں جا نہ گفت وگوئے ایں جا نہ ہائے ہوئے
ایں جا نہ کفر و ایماں داند کسے کہ داند

ترجمہ: یہاں نہ غیر ہے نہ غیروں کا رنج ہے۔ یہاں جستجو بھی نہیں ہے جو بلاتا ہے بلا لیتا ہے نہ یہاں گفتگو ہے نہ آہ و نالہ ہے نہ یہاں کفر و ایماں ہے بس جو جانتا ہے وہی جانتا ہے۔

الایمان ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کی حقیقت ہے **فان لم تکن تراہ فاعلم انہ یراک** یعنی اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو جان لے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کی صورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لا یکمل ایمان احد کم حتّٰی یظنّ مجنون** یعنی کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ شخص دیوانہ ہے۔

جس شخص میں یہ تین بری خصلتیں ہیں اور وہ یہ کہے کہ میں مومن ہوں (وہ مومن نہیں منافق) کافر ہے۔ جب کلام کرے جھوٹ بولے، وعدہ خلافی کرے اور امانت میں خیانت کرے۔ ایمان میں زیادتی اور کمی کے بارے میں اختلاف ہے۔ جو لوگ ایمان کے زیادہ ہونے کے قائل ہیں وہ اس آیت کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ **لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَاناً مَّعَ اِیْمَانِھِمْ** [2] (تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو۔) ای **لیزدادو یقینا مع یقینھم** یعنی ان کے پہلے یقین کے ساتھ ان کا یقین زیادہ ہو۔ محققین نے کہا ہے کہ لوگوں کا ایمان جو حضرت رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے ایمان

---

(۱) ''شیخ شرف الدین پانی پتیؒ'' شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں آپ کے بہت ہی مختصر حالات تحریر کیے ہیں کہ آپ پانی پت کے رہنے والے تھے آپ کو بوعلی قلندر بھی کہتے ہیں۔ بڑے مشہور مجذوب اور ولی اللہ تھے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کس سے بیعت تھے۔ آپ کے کچھ مکتوبات بھی ہیں جو آپ نے عشق و محبت کی زبان میں اختیارالدین کے نام تحریر فرمائے۔ ایک رسالہ بہ عنوان ''حکم نامہ'' بھی آپ سے منسوب ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق ہے کہ وہ رسالہ آپ کا نہیں بلکہ وہ عوام کی اپنی اختراعات ہیں۔ سال وفات ۷۲۴ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص ۲۷۹۔

(۲) پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح آیت ۴

سے نافرمانی ہو گناہ کبیرہ ہے[۱] اور یہ جو آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الایمان مکمل فی القلب زیادته و نقصانه** یعنی ایمان دل کے اندر مکمل ہے زیادہ بھی ہوسکتا ہے کم بھی اُس سے بعضے اصحاب اہل ایمان کا دنیا میں زیادہ رہنا مراد لیتے ہیں کیوں کہ سوسالہ ایمان (بہرطور) پچاس سالہ ایمان سے زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، **اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا**[۲] (بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے)۔ بیت:

دریں آیت دو ایمان است و سہ کفر
اگر دریابی ایں را گو ز دل شکر

ترجمہ: اس آیت میں دو ایمان اور تین کفر ہیں اگر تو نے اس حقیقت کو پالیا تو دل سے شکر ادا کر۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بارے میں ہے جو ہر گھڑی ایمان لاتے تھے اور پھر کافر ہو جاتے تھے، اور مفسرین ہی میں جو اہل تحقیق ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو اپنی اصلی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کفریہ کلمات کہنے سے کافر ہو گیا۔ یہ کفر اول ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے، **اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ**[۳] (اس کے ساتھ اول کافر) **ثُمَّ اٰمَنُوۡا** یعنی پھر ایمان لائے ایمان تقلیدی **ثمّ کفروا** پھر کافر ہو گئے یعنی ایمان تقلیدی سے رجوع کرکے ایمان تحقیقی تک پہنچے۔ ایمان تقلیدی دلائل و براہین کے ساتھ یقین اور علم الیقین کی مضبوط تحقیق کی بنا پر ہوتا ہے اور **فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی**[۴] (سو جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) ایمان حقیقی کی جانب اشارہ ہے۔ یہ خواص مومنین کا حصہ ہے عوام کو نصیب نہیں ہوتا۔ یہ ایمان ثانی ہوتا ہے۔ **ثُمَّ ازدادُو کُفراً** یعنی پھر ایمان ثانی سے بھی کافر ہو گئے **لانّه لیس و صوله بتوحید الصرف** یعنی بے شک اس کا وصول خالص توحید ہے چنانچہ انھوں نے دوسرے کفر کی جانب رخ کر لیا۔ یہ کفر خالص ایمان ہے۔ بیت:

مسلمانی بجز کفراں نباشد
کہ ایماں محض شد کفراں نباشد

ترجمہ: مسلمانی سوائے انکار کے نہیں ہوتی۔ جب ایمان خالص ہو گیا کفر مٹ گیا۔

یہی عین الیقین ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے، **اُولٰئِکَ هُمُ المؤمِنُونَ حقّاً** (بس سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں)

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت نقل ہوئی ہے: ''محققان گفتہ اند ایمان خلق بجنب ایمان حضرت رسالت مآب ﷺ گناہ کبیرہ است'' اس عبارت میں سہو کتابت کا احتمال ہے۔ بہر حال احتیاط کے ساتھ ترجمے کی کوشش کی گئی ہے اگر کہیں غلطی ہوئی ہے تو اہل نظر آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں (احقر مترجم)

[۲] پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۱۳۷

[۳] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ آیت ۴۱۔ مطبوعہ نسخے میں یہ آیت اس طرح درج ہے اوّل کافربه ولا تشترو بایٰتی ثمناً قلیلا۔

[۴] پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۶

کہ خالص توحید ہوتی ہے اور تیسرا کفر۔ رباعی:

توحید کہ از مشربِ عرفاں باشد
درمذہب اہلِ عشق ایماں باشد
آں کس کہ ندیدہ قطرہ با بحر یکے
حیراں شدہ ام کہ چوں مسلماں باشد

ترجمہ: توحید جس کا تعلق مشربِ عرفان سے ہے، اہلِ عشق کے مذہب میں ایمان ہے، جس شخص نے سمندر کا ایک قطرہ نہ دیکھا ہو مجھے حیرت ہے وہ کیسا مسلمان ہے۔

کفر کی تین قسموں کا بیان:

(مجلس میں) کفرحقیقی کا ذکر نکل آیا، حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ کفر تین قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) ابلیسی (۲) محمدی اور (۳) حقیقی۔

(۱) ابلیسی: نفس سے تعلق رکھتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ[۱] (اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائیے) یہ ظاہری بت کی عبادت ہے جو نفس پوجنے سے عبارت ہے۔ بیت:

ازیں کافر کہ مار ا در نہاد است
مسلماں در جہاں کم تر فتاد است

ترجمہ: اس کافر سے جو ہماری بنیاد میں ہے دنیا میں مسلمان نیچے گر گیا ہے۔

النفس ھی الصنم الاکبر یعنی نفس وہی بڑا بت ہے۔ طالبانِ حق (سیر سلوک میں) ایسے مقام پر پہنچتے ہیں کہ وہاں شیطان کا نور ان پر متجلی ہوتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کا نور ہے جیسا کہ سابق لطیفے میں اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ[۲] نے فرمایا ہے ولو ظھر نورہ للخلق یعبدوہ باالالوھیتہ یعنی اگر ابلیس کا نور ظاہر ہوجائے تو مخلوق خدا کے ساتھ اس کی پرستش کرے وہ نور طالب کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ بے چارے مجذوب شیرازی[۳]

---

[۱] پارہ ۱۳۔ سورہ ابراہیم، آیت ۳۵

[۲] حسن بصریؒ: آپ کی ولادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ وفات یکم رجب ۱۱۰ھ ہے۔ آپ صفِ اول کے عالم، محدث اور واعظ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں ''کلمات الصادقین'' اردو ترجمہ از احقر مترجم کراچی ۱۹۹۵ء ص ۲۶۲۔

[۳] حافظ شیرازی مراد ہیں۔ نام شمس الدین تخلص حافظ ۔۷۹۱ھ میں وفات ہوئی۔ یہ شعر دیوانِ حافظ شائع کردہ شیخ مبارک علی لاہور سال ندارد ص ۶۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں فریاد کناں ہیں۔ بیت:

دور است سرِ آب دریں بادیہ ہش دار
تا غولِ بیاباں نہ فریبد بہ سرابت

ترجمہ: اس صحرا میں پانی کا کنارا دور ہے ہوش قائم رکھ ایسا نہ ہو کہ صحرائی بھوت تجھے سراب کے دھوکے میں ڈال دے یہ کفر ابلیسی ہے۔

(۲) کفر محمدی: وہ ہے جس کا تعلق قلب سے ہے۔ ابتدائے سلوک میں سالک پر جو نور متجلی ہوتا ہے وہ نور محمدی ہوتا ہے اور یہ نور اجمالی ہوتا ہے۔ کہ لاکھ آفتاب اس کے ایک ذرّے کے برابر نہیں ہوتے، لیکن سالک کو گمان ہوتا ہے کہ نور الوہیت ہے چنانچہ خدا کے ساتھ اس کی پرستش کرتا ہے پس کفر لازم ہونا ناگزیر ہے۔ کیا خوب کفر ہے، جو صد ہزار ایمان کے برابر ہے اور کفر محمدی کے نام سے موسوم ہے۔ قطعہ:

شیخِ ہادی و مرشدِ کامل
باید از بہرِ ایں کہ گیرد دست

ترجمہ: اس کے لیے ہدایت کرنے والا شیخ اور کامل مرشد چاہیئے جو ہاتھ تھام لے۔

پس کشد زیں دو کفرِ نورانی
کفرِ ثالث کہ آں حقیقی ہست

ترجمہ: اور (سالک کو) ان دونوں کفر سے نکال کر تیسرے کفر میں کہ وہ کفرِ حقیقی ہے ڈال دے۔

برساند مریدِ طالب را
اندر آں جاودا روش پیوست

ترجمہ: مرید طالب کو اس منزل میں پہنچا دے اور اس سے پیوست کردے۔

اب ہم کفر حقیقی کی طرف آتے ہیں جو اللہ تعالی سے منسوب ہے۔ اس کی حقیقت غیبی ذوق، بے شبہ الہام، الہٰی تلقین اور تفہیم کے بغیر منکشف نہیں ہوتی۔ اگر بہ تکلف عبارت میں لائیں تو سننے والے کی تشفی نہیں ہوتی۔ قطعہ:

معمائیست رازِ کفر اے دل
کہ جز اربابِ دل حالش ندانند
شدن کافر بدو ایمان محض است
تو خود کافرنۂ ایماں برآنند

ترجمہ: اے دل رازِ کفر ایک پہیلی ہے جس کا حال اہلِ دل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسے کافر ہونا خالص ایمان ہے۔تو خود کافرنہیں ہے اوران پر ایمان ہے۔

کفر بھی چار ہیں۔ظاہر کا کفر، نفس کا کفر، دل کا کفر، حقیقی کفر۔ظاہری کفر معلوم ہے جو آیات کو جھٹلانا اور احادیث و برہان کا انکار کرنا ہے۔نفس کے کفر کا تعلق نفسانی خواہشوں سے ہے کہ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ [۱] (جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔) جب راہِ حق کا سالک اس مقام سے گزرتا ہے تو اسے نفس کا مقام اور منزل دکھاتے ہیں۔وہ خیال کرتا ہے کہ یہی صانع ہے۔وہاں سے الگ ہو جاتا ہے کہ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ [۲] (بس اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں) سالکوں میں سے بہت سے اس مقام میں کافر ہو گئے ہیں وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ [۳] (اور ہو گیا کافروں میں سے) (یہ آیت) اس حقیقت کا راز ہے۔اس مقام میں شیطان کو جان لیتے اور دیکھتے ہیں کہ کون ہے۔دل کا کفر وہی ہے جو امام غزالی نے بیان فرمایا ہے۔ایک عالم میں کفر کو جلالی کہتے ہیں۔وہ نفسانی اور شیطانی کفر ہے۔دوسرے کفر کو جمالی کہتے ہیں۔وہ قلبی اور روحانی کفر ہے۔ قطعہ:

در ایمان کافری شرطست لیکن
تو جائے سرّ و فہم آں نہ داری
تو تا از خویشتن کافر نہ گردی
بہ ہستیِ خدا ایماں نہ داری

ترجمہ: ایمان میں کافری شرط ہے لیکن تو اس کے راز اور اس کی فہم کا مقام نہیں رکھتا، جب تک تو اپنے وجود کا انکار نہ کرے خدا کی ہستی پر کیسے ایمان لا سکتا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى [۴] (سو جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) اس حقیقت کا بھید ہے۔

کفر اور ایمان دو دائمی حالتیں ہیں۔جب تک انسان خودی کی قید میں ہے کہ کفر و ایمان سے خالی نہیں ہوتا۔جب اپنی خودی سے رہائی پاتا ہے تو کفر و ایمان سے مبّرا ہو جاتا ہے۔جب تک خود پرستی سے نجات نہیں پاتا خدا پرست نہیں ہو سکتا۔جب تک بندہ نہیں بن جاتا آزاد نہیں ہوتا۔

۱۔ پارہ ۱۹۔سورہ الفرقان، آیت ۴۳
۲۔ پارہ ۱۴۔سورہ النحل، آیت ۱۰۰
۳۔ پارہ ۱۔سورہ البقرہ، آیت ۳۴
۴۔ پارہ ۳۔سورہ البقرہ آیت ۲۵۶

نبا شد بندہ تا آزاد نبود
نخوردہ تا غمے ہم شاد نبود

ترجمہ: جب تک غلام نہیں ہوتا آزاد نہیں ہوتا، جب تک غم نہیں اٹھاتا خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

لیس فی القرآن ذکر الا عداء والخطاب مع الکفار یعنی قرآن میں دشمنوں کا ذکر اور کافروں سے خطاب نہیں ہے یعنی یہ لوگ خطاب کردہ نہیں ہیں بلکہ عتاب کردہ ہیں۔ قرآن میں کافروں کا ذکر آیا ہے اور خطاب مومنین [1] سے کیا گیا ہے۔ **الکفر والایمان مقامات وراء العرش حجابان بین العبد والمولیٰ** یعنی کفر اور ایمان عرش کے آگے دو پردے ہیں، بندے اور مولیٰ کے درمیان۔ یہاں عرش سے مراد دل ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا، **کفر اھل الھمت اشرف من اسلام اھل المیّت** یعنی اہل ہمت کا کفر اہل میّت کے اسلام سے بہتر ہے۔ اہل ہمت پر کفر کامیاب نہیں ہوتا۔ ہمت کسی مقام پر نہیں ٹھہرتی خواہ وہ مقام کشف و کرامت اور محبت و معرفت ہی کا کیوں نہ ہو لیکن اہل میّت اسلام میں ٹھہر جاتے ہیں اور خود کو کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ کفر کے رازوں کا کھل جانا حقائقِ ایمان میں سے ہے۔ کفر کے لغوی معنی چھپانا ہیں [2] مرد وہ ہے جو عرفان کے رخسار پر پردہ ڈال کر تجلیات الٰہی کو دیکھے۔

نظر افگن بر آں دیدار منظور
کہ روئے ہست در رخسار مستور

ترجمہ: (اے شخص) پسندیدہ چہرے پر نظر ڈال کہ (اصل) چہرہ رخسار میں چھپا ہوا ہے۔

کفر کی چار قسمیں ہیں [3] کفرِ شریعت جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا، وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ [4] (اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجاوے۔) اور فرمایا علیہ السلام [1] نے جو شخص اجماع کا انکار کرے بے شک وہ کافر ہوگیا۔ دوسری قسم کفرِ طریقت ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا،

---

[1] مطبوعہ نسخے کی عبارت یہ ہے ''ذکر کافراں در قرآں آمدہ است یا کتابت می رود با مومناں'' احقر مترجم کا خیال ہے کہ عبارت میں ''کتابت'' سہو کتابت کے سبب نقل ہوا ہے۔ یہ غالباً ''خطاب'' ہے۔ ترجمے میں یہ رعایت رکھی گئی ہے۔

[2] اس کے بعد مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت ہے: ''ومرد آنست کہ از عذار عرفان ستر فروہشتہ و برخسار یزداں صور گستہ بردارد'' ظاہر ہے کہ یہ عبارت صحیح طور پر نقل نہیں ہوئی ہے۔ خطی نسخے میں یہی عبارت اسی طرح سے ہے:
''مرد آنست کہ از عرفان سر فروہشت و برخسار یزداں صورگست''
یہ عبارت مطبوعہ نسخے سے زیادہ الجھی ہوئی ہے۔ احقر مترجم نے عبارت کا قیاسی مفہوم اپنے لفظوں میں لکھا ہے شاید کسی درجے میں درست ہو (احقر مترجم)

[3] یہ طویل عبارت زبان عربی میں ہے، اسی کے ساتھ ساتھ عبارت کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل نہیں کی بلکہ فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کردیا ہے (احقر مترجم) [4] البقرہ ۲۱۷۔

یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَہَا عِوَجًا وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ کٰفِرُوْنَ[۲] (ترجمہ: جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔)

روئے گردانیدن از حق کافریست
نیست ایں پوشیدہ کفراں پوشش است

ترجمہ: حق سے روگردانی کرنا ہی کافری ہے۔ یہ پوشیدہ کفر نہیں ہے اس کو چھپانا ہے۔

نیز جس کی بصارت وبصیرت دنیا اور آخرت کی جانب مائل ہوتی ہیں، یہ کفرِ طریقت ہے۔

تیسری قسم کفرِ معرفت ہے، جیسا کہ ایک محقق نے فرمایا، معرفت پردہ ہے عارف اور معروف کے درمیان کیوں کہ وہ اس کا غیر ہے اور خاص حضرات کے نزدیک غیر کی جانب توجہ کرنا کفر ہے۔ چوتھی قسم کفرِ حقیقت ہے۔ اہل حقیقت میں سے جو شخص محبت، عشق اور توحید کے مقام پر رک جاتا ہے وہ محبوب ومعشوق اور جمالِ احدیت کی دید سے محروم رہتا ہے۔ یہ فنا فی اللہ حضرات کے نزدیک کفر ہے۔ آتش پرست اپنے کفر سے اور کافر اپنی زنّار کی حقیقت سے غافل اور بے خبر ہیں۔ نظم:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں دربت پرستیست

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہوتا تو اپنے دین میں گمراہ نہ ہوتا۔ اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو جان لیتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شریعت کی اصل اہل سنت و جماعت کے عقائد پر یقین کرنے اور جن اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا عہد کیا ہے ان کو نصب العین قرار دینے سے عبارت ہے۔ معاذ اللہ اگر ایک اعتقادی مسئلے کا انکار کرے تو تمام جسمانی عبادات اور نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ بیت:

گر از یک مسئلہ انکار باشد
خدا از دینِ او بیزار باشد

ترجمہ: اگر کوئی شخص ایک مسئلہ سے انکار کرتا ہے تو خدا اس کے دین سے بیزار ہو جاتا ہے۔

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں کسی عبدالعزیز صاحب نے حاشیے میں لکھا ہے، یہ عبارت حدیث کی عبارت کے مشابہ نہیں ہے شاید کاتب نے غلطی سے لفظ علیہ السلام لکھا دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اصل متن ص ۱۲۱

[۲] پارہ ۸، سورہ الاعراف آیت، ۴۵

اس سلسلے میں اصحابِ عقیدہ سے متعلق ذکر آ گیا۔آپ نے امام غزالی کا واقعہ بیان فرمایا کہ امام غزالی نے بیداری اور خواب کی حالت میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے۔وہاں بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجّلد کتاب ہے۔سب ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف فرما ہیں اور یہ لوگ اصحابِ مذاہب ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنی اپنی کتابوں کے عقائد اور مذہب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کریں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عقائد اور مذہب کی تصحیح کرائیں۔ایک شخص حاضر ہوئے،دریافت کیا یہ کون ہیں۔لوگوں نے کہا یہ ابوحنیفہؒ ہیں۔ان کے ہاتھ میں کتاب تھی۔وہ حلقے میں داخل ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے مذہب کے عقائد حضرت رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کیے۔رسالت مآب رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی اور تحسین کی۔ان کے بعد دوسرے شخص آئے،ان کے ہاتھ میں بھی کتاب تھی لوگوں نے کہا یہ شافعیؒ ہیں۔وہ ابوحنیفہؒ کے پہلو میں بیٹھے اور اپنے عقائد بیان کیے۔رسالت مآب رسول اللہ ﷺ نے ان کی بھی تصدیق فرمائی اور مرحبا کہا۔

اسی طرح اصحابِ مذہب میں سے ایک ایک کر کے حاضر ہوتے رہے اور اپنے عقائد پیش کرتے رہے یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہا صرف چند لوگ رہ گئے۔جو شخص اپنا مذہب عرض کرتا اسے دوسرے شخص کے پہلو میں بٹھا دیا جاتا۔جب تمام اصحابِ مذہب سے فارغ ہو گئے تو اچانک ایک شیعہ داخل ہوا اس کے ہاتھ میں چند غیر مجلّد کاغذ تھے۔اس نے شیعوں کے عقائد باطلہ کو پیش کرنے کا قصد کیا اور حلقے میں داخل ہوا تاکہ ان کو رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کرے۔ان اصحاب میں سے ایک صاحب جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھے حلقے سے نکلے اور اس نووارد کو ڈانٹا۔اس کے ہاتھ سے تمام کاغذ لے کر پھاڑ دیے اور اس کی بڑی ذلّت کی۔

جب میں نے دیکھا کہ جماعت فارغ ہو گئی اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو عقائد بیان کرے تو میں آگے آیا۔میرے ہاتھ میں بھی ایک مجّلد کتاب تھی۔میں نے عرض کیا،یا رسول اللہ ﷺ اس کتاب میں میرے اور اہل اسلام کے عقائد ہیں اگر اجازت مرحمت ہو تو پڑھوں۔فرمایا کون سی کتاب ہے۔میں نے عرض کیا کہ کتاب ''قواعد العقائد'' اور غزالی نے لکھی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔میں بیٹھ گیا اور ابتدا سے پڑھنا شروع کیا۔جب اس مقام پر پہنچا کہ غزالی کہتا ہے **واللہ تعالی بعث النبی الامّی القرشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ کافة العرب و العجم والجن والانس** یعنی اللہ تعالی نے تمام عرب وعجم اور جن و انسان کی طرف نبی امّی قریشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا،تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر بشاشت اور تبسم کے آثار نمایاں ہوئے۔جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے التفات فرمایا۔دریافت فرمایا غزالی کہاں ہے۔غزالی وہاں کھڑے تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں غزالی ہوں اور سلام عرض کیا۔

حضور رسول اللہ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور اپنا دستِ مبارک ان کی طرف بڑھایا۔غزالی نے رسول ﷺ کے دستِ مبارک کو چوما اور اپنے منہ کو آپ ﷺ کے قدموں پر رکھا۔اس کے بعد تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ کسی شخص کی قرأت سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا میرے قواعد العقائد پڑھنے سے خوش ہوئے۔جب میں بیدار ہوا تو میری آنکھوں پر گریہ کا اثر تھا۔میں نے کرامات و احوال کا بھی مشاہدہ کیا۔بعضے لوگ جو حضرت امام کے عقائد کے منکر تھے،ان کو اس رات حضرت محمد ﷺ نے اپنے سامنے طلب فرمایا اور ان کے جسموں پر اتنے کوڑے لگائے جس کا اثر زندگی بھر ان کے جسم پر رہا۔[۱]

قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، شریعت کے چند اصول بیان کیے گئے۔طریقت اور حقیقت کے اصول انھی کی مثل ہیں،یعنی شریعت میں دینی عقائد ہوتے ہیں جن سے لوگ خود کو وابستہ کرتے ہیں اور اسی طرح طریقت میں بھی عقائد ہوتے ہیں۔چنانچہ صوفیہ پہلے بطور اجمال ان عقائد کے معتقد ہوتے ہیں اس کے بعد فروعات کی طرف آتے ہیں،جیسے تمام اذکار اور مراقبے ہیں۔ان کو سابق لطیفے میں بیان کیا جاچکا ہے۔ان میں جو بہت اہم امور تھے یہاں مختصر طور پر بیان کر دیے گئے ہیں۔

---

[۱] اس واقعے کے بیان میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عبارت میں امام غزالیؒ سے متعلق کہیں واحد غائب کا صیغہ تحریر کیا ہے اور کہیں واحد متکلم کا یعنی یکسانیت قائم نہیں رہی ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سقم سہو کتابت کے باعث ہو۔احقر مترجم نے ہر جگہ مطبوعہ متن کی پیروی کی ہے اس لیے ترجمے میں واحد غائب اور واحد متکلم کی یکسانیت قائم نہ رہنے کے لیے معذرت خواہ ہے۔ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ اصل متن ص ۱۲۲۔